مدینہ مدینہ

ہدیہ: 30 روپے

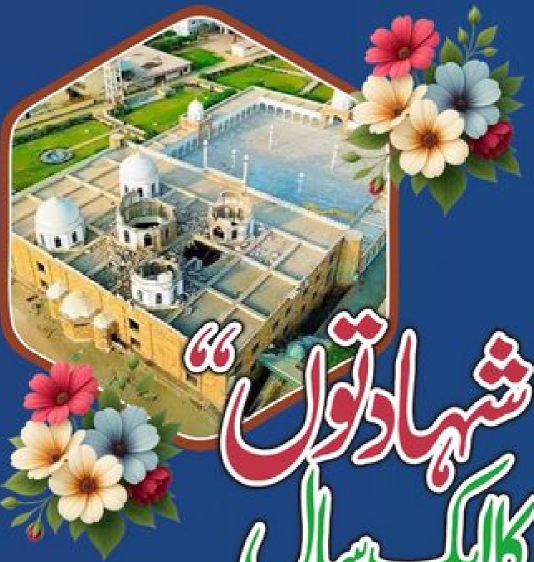

"شہادتوں" کا ایک سال

مجلسِ حضوری مدینہ مدینہ

مالِ حرام

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

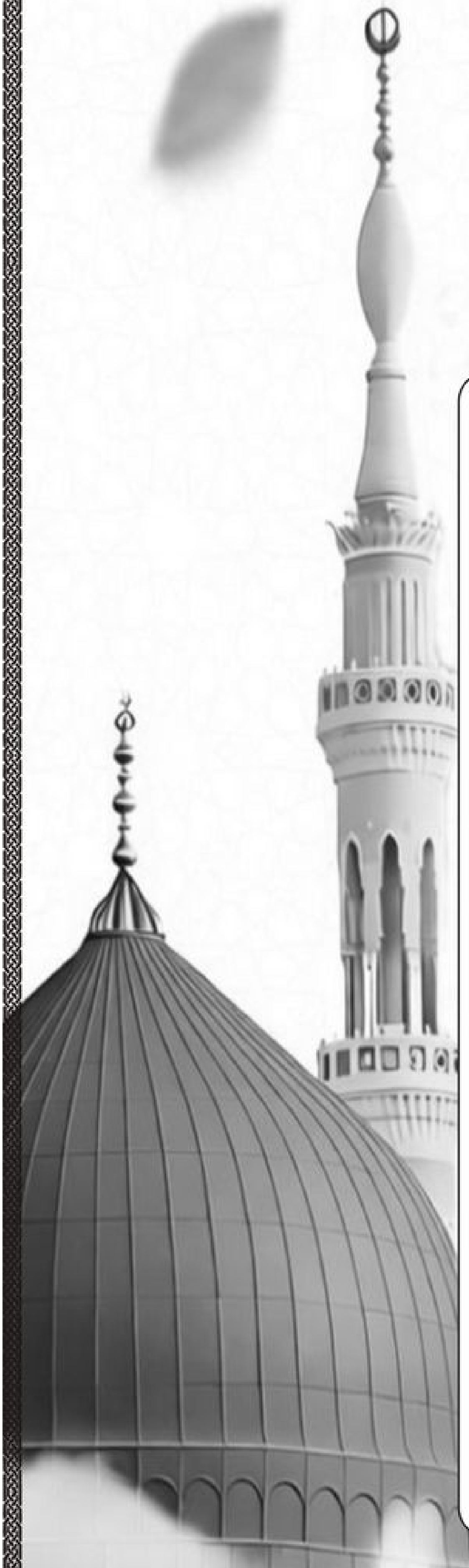

ارضِ طیبہ عجیب بستی ہے
جس کو ہر اک نظر ترستی ہے

بالیقیں زائرِ حرم کے لیے
ہر قدم جذب کیف و مستی ہے

آپ کی ذاتِ پاک ہے سب کچھ
مری ہستی بھی کوئی ہستی ہے

دل کی دنیا کو کیا کہیں آخر
رحمتِ عرش خود برستی ہے

پیۓ نعت نبی مئے انوار
میرے افکار پر برستی ہے

بے جمال درِ حضور صبیح
زندگی موت کو ترستی ہے

مجلسِ حضوری ﷺ
مدینہ مدینہ

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ہمارے پاس......صرف ایک ہی راستہ ہے......اور وہ راستہ ہے......

''محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

اللہ تعالیٰ کو پانے کا ہمارے پاس......ایک ہی ذریعہ ہے......اور وہ ذریعہ ہے......

''محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ''ایمان'' لائے بغیر...... ہم نہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتے ہیں......نہ اللہ تعالیٰ کے کلام قرآن مجید تک......اور نہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین اسلام تک......اس لیے جس نے بھی کامیابی پانی ہو......اسے دل کے یقین کے ساتھ کہنا پڑے گا......

''محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

ضروری سوچنے کی بات

ہم الحمدللہ ''مسلمان'' ہیں...... ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اُمتی ہیں......ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مانتے ہیں......اس لیے ''مسلمان'' ہیں...... جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ مانے...... وہ نہ مسلمان ہے......نہ مؤمن ہے......نہ عزت مند ہے اور نہ کامیاب ہے......یہ وہ آسان سا سبق ہے......جو

ہمیں اچھی طرح یاد ہونا چاہیے...... اور یہ سبق صرف ایمان والوں کو سمجھ میں آتا ہے...... منافقین کو ہرگز نہیں...... دیکھیں قرآن مجید نے بالکل واضح اعلان فرمادیا ہے......

اور عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے...... اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ہے...... اور ایمان والوں کے لیے ہے...... لیکن منافق یہ بات نہیں جانتے (نہیں مانتے) (المنافقون آیت ۸)

ہم تک دین اسلام...... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہنچایا...... ہم تک قرآن مجید...... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہنچایا...... ہمیں اللہ تعالیٰ تک...... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہنچایا...... اس لیے...... اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں...... ہمارے سب سے بڑے محسن ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' ہیں......

ہر مسلمان کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ...... اُمتی ہونے کا تعلق بھی ہے...... اور ہر مسلمان کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ''ذاتی تعلق'' بھی ہے...... ایسا ''ذاتی تعلق'' جو باقی تمام ذاتی تعلقات سے بڑا ہے...... ماں باپ کے تعلق سے بھی بڑا...... اولاد کے رشتے سے بھی بڑا...... خاندانی اور قومی رشتے سے بھی بڑا...... یہی بات ہمارے لیے ضروری سوچنے کی ہے...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا......

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک وہ مجھ سے اپنی اولاد، اپنے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ رکھے''......

دوسری روایت میں فرمایا گیا کہ...... جب تک کوئی انسان اپنی جان سے بھی زیادہ محبت...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نہ رکھے وہ ایمان والا نہیں ہوسکتا...... (بخاری)

محبت بہت کچھ مانگتی ہے

ثابت ہوگیا کہ...... جو مسلمان...... اپنی جان کو، اپنے مال کو، اپنے اہل، اولاد کو...... یا کسی کو

بھی...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبوب اور زیادہ عزیز رکھے گا...... وہ بدنصیب ہوگا...... اور وہ کامل ایمان کی حلاوت نہیں پا سکے گا...... مگر آج دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ اپنے سیاسی لیڈروں کے ساتھ کیسی محبت رکھی جا رہی ہے؟ اپنی قوم کے رہنماؤں اور افراد سے کیسی محبت رکھی جا رہی ہے؟ اپنے مذہبی بزرگوں، پیروں اور اُمراء کے ساتھ کیسی محبت رکھی جا رہی ہے؟...... اپنے خاندانوں اور رشتہ داروں سے کیسی محبت رکھی جا رہی ہے؟...... حقیقت ہے کہ بہت زیادہ...... بہت زیادہ...... بہت زیادہ...... لیکن کیا ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ایسی یا اس سے زیادہ محبت رکھتے ہیں؟

یہ سوال ہم میں سے ہر ایک کو...... خود اپنے دل سے پوچھنا چاہیے...... کیونکہ مسئلہ ایمان کا ہے......

ہم میں سے اکثر تو اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اتنا وقت بھی نہیں نکالتے کہ...... کم از کم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ ہی پڑھ لیں......

جھگڑے اور جدال کی نحوست

''محبت رسول'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم...... ایک دینی اور ایمانی فریضہ ہے...... اس فریضے کے بارے میں ہماری کوتاہیاں اور نالائقیاں بہت زیادہ...... اور بڑی افسوسناک ہیں...... اور اب بعض غلط جھگڑوں نے اس ''نالائقی'' اور ''بدنصیبی'' میں مزید اضافہ کر دیا ہے...... ہم مانتے ہیں کہ...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''اہل بیت'' سے محبت...... ہم مسلمانوں کے ایمان کا حصہ ہے...... ہم مانتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام ''اصحاب کرام'' سے محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے...... مگر ہمیں ''اہل بیت'' اور ''صحابہ کرام'' کی ''محبت'' میں یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ...... یہ ''محبت'' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اور واسطے سے ہے...... اس لیے اس محبت کو اتنا بڑھا دینا کہ...... نعوذ باللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ''محبت'' پیچھے رہ جائے...... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ پیچھے رہ جائے...... اور

آپ ﷺ کی اطاعت پیچھے رہ جائے...... یہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہے...... اسی طرح اہل بیت...... اور صحابہ کرام کی محبت میں ایسے جھگڑے ڈالنا کہ...... جن کی وجہ سے حضور اقدس ﷺ کی تعلیمات سے روگردانی ہو...... یہ بھی جائز نہیں...... یہ سب آپ ﷺ کے پیارے تھے...... اور پیارے ہیں...... اور پیارے رہیں گے...... اُن کے آپس میں جو معاملات ہوئے وہ ہو چکے...... ہمارے ذمہ اُن معاملات کی کھوج نہیں ہے...... اور نہ ہی اُن معاملات پر بات کرنے کا ہمیں کوئی حق حاصل ہے...... پھر کیوں اُن پر اتنی بات کی جا رہی ہے؟ جن سے ہمیں محبت کا حکم ہے کیوں اُن کے درمیان نفرتیں تلاش کی جا رہی ہیں؟...... یہ سب دراصل شیطان کا جال ہے...... اور اس کا مقصد...... ”اصل نظام محبت“ کو توڑنا ہے...... اور اصل محبت...... اللہ تعالیٰ کی محبت ہے...... اور حضرت محمد ﷺ کی محبت ہے...... باقی ہر ”محبت“...... اُن دو محبتوں سے نیچے ہے...... جو محبت...... اللہ اور رسول کی محبت کے عین مطابق ہو وہ برحق ہے...... اور جو ”محبت“...... اللہ اور رسول کی محبت میں خلل ڈالے وہ...... ناجائز ہے...... جدل، جدال اور جھگڑوں والے...... اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ...... وہ اللہ اور رسول کی ”محبت“ سے کتنے دور ہوتے جا رہے ہیں...... اور امت کو اس سے کتنا دور کر رہے ہیں......

خوش نصیبی کا سفر

یاد رکھیں! ہر مسلمان کی قسمت اور تقدیر...... اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے ساتھ جوڑ دی ہے......

جو مسلمان...... حضور اقدس ﷺ کے جتنا قریب ہوگا...... وہ اسی قدر دنیا اور آخرت میں خوش نصیب ہوگا...... جو حضور اقدس ﷺ کی جتنی زیادہ محبت اور اطاعت پائے گا...... اسی قدر اس کی قسمت اور تقدیر اچھی ہوگی...... اور جو آپ ﷺ سے، آپ کی محبت سے...... اور آپ کی اطاعت سے جس قدر دور ہوگا وہ اسی قدر ”بدنصیب“ اور ”بدقسمت“ ہوتا جائے گا......

''اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ سُوْءِ الْقَضَا''

''یااللہ! تقدیر اور قسمت کے خراب ہونے سے آپ کی پناہ''

آج مسواک و داڑھی سے تیر و تلوار تک...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر سنت پر...... مسلمانوں کو ہی سب سے زیادہ اعتراضات ہیں...... تلوار کے ساتھ مبعوث ہونے والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی...... جہاد کو دہشت گردی کہہ رہے ہیں...... پھر کون سی عزت اور کہاں کی عزت؟

ایک عمل شروع فرمائیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم پر جو ''حقوق'' ہیں...... وہ اپنی جان، اولاد اور والدین کے حقوق سے بھی زیادہ ہیں...... ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے مطابق تو آپ کے حقوق ادا نہیں کر سکتے...... مگر اس کی طرف سفر اور کوشش تو کر سکتے ہیں...... چنانچہ آئیے ایک عمل شروع کرتے ہیں...... وہ عمل ہے روزانہ صرف دس منٹ کا وقت...... خاص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مقرر کرنا...... ہم روزانہ کے چوبیس گھنٹوں میں سے ''دس منٹ'' خاص طور پر اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مقرر کر دیں...... اور ان دس منٹوں میں ہم...... حضور اقدس کی خدمت مبارک میں...... ''صلوٰۃ و سلام'' کا ہدیہ بھیجا کریں...... خواتین اپنے گھروں میں...... اور مرد حضرات...... مسجد میں جمع ہوں...... ٹائم دیکھیں...... آنکھیں بند کریں...... خود کو مسجد نبوی شریف...... یا روضہ اطہر پر حاضر تصور کریں...... اور مکمل توجہ سے...... درود ابراہیمی اور سلام پڑھیں...... اور آخر میں...... اس پورے عمل کا ثواب بھی...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ہدیہ کر دیں......

وقت اور توجہ

وقت اور توجہ یہ دو چیزیں ''محبت'' میں بڑی اہم ہیں...... ہم اکثر سنتے ہیں کہ...... بوڑھے والدین شکوہ کرتے ہیں کہ ہماری اولاد ہمیں وقت نہیں دیتی...... ہم پر توجہ نہیں کرتی...... بیوی

اور خاوند کے درمیان بھی یہی شکایت عام ہے...... اسی سے ہم سیکھ سکتے ہیں کہ...... اصل اور فرض محبت بھی...... وقت اور توجہ مانگتی ہے......

فی الحال دس منٹ سے شروع کریں...... ناغہ کا تصور دل سے نکال دیں...... اس عمل کو اپنے لیے خوش نصیبی کی چابی سمجھیں...... درود و سلام کی گنتی نہ کریں...... بغیر شمار کے پڑھیں...... اور یہ عمل اپنے روزانہ کے مقرر درود شریف کے علاوہ کریں...... اپنا سابقہ معمول بھی جاری رہے......

''اَللّٰھُمَّ'' کہیں تو اللہ تعالیٰ تک پہنچیں...... اُن سے خصوصی رحمت کی سونے والی تھیلیاں اُٹھائیں...... اور اُن کو حضرت آقا محمد مدنی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نچھاور کریں......

اَللّٰھُمَّ...... یا اللہ...... ''صَلِّ''...... خاص رحمت، بے شمار رحمت، مزید عظمت برسا دے...... ''عَلٰی مُحَمَّدٍ'' محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر......

''وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ''...... اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آل پر...... آپ کے اصحاب پر...... آپ کے متبعین پر......

ہر بار اسی کیفیت میں پورا درود ابراہیمی پڑھیں...... اور پھر کامل ادب اور عاجزی سے ''سلام'' عرض کریں...... اور یقین رکھیں کہ یہ اُن تک پہنچایا جا رہا ہے...... اور اُن کا جواب آرہا ہے......

......اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ......

ایک بار درود...... ایک بار سلام...... پھر درود، پھر سلام...... اسی طرح دس منٹ اس میں ڈوبے رہیں...... ہر بار اس طرح پڑھیں:......

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ

وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ... اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ

حج کے ایام میں

اس سال ''حج بیت اللہ'' کے ایام میں...... حج کے ساتھ ساتھ...... روضہ اقدس کی حاضری بھی بہت یاد آئی...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ، آپ کی محبت اور آپ کے روضہ اقدس کے بارے میں...... اپنی کوتاہیوں پر اللہ تعالیٰ سے بار بار معافی مانگنے کی توفیق بھی نصیب ہوئی...... اپنی غلطیوں پر نادم دل نے اس کی ''تلافی'' کا طریقہ بھی بار بار مانگا تو...... اس دس منٹ والی...... ''مجلس حاضری''...... اور ''مجلس محبت'' کی طرف دل متوجہ ہوا...... الحمدللہ شروع کرنے کی توفیق ملی تو اسے اپنے رفقاء اور جماعت میں بھی جاری کرنے کا داعیہ اُبھرا...... الحمدللہ جماعت میں کئی جگہ اس کا آغاز ہو چکا ہے...... اب ان شاء اللہ ہر مسجد، ہر مدرسہ اور ہر مرکز میں اسے جاری کرنے کی ترتیب ہے...... جن کے دل زندہ ہیں...... اور خوش نصیبی جن کے انتظار میں ہے...... وہ اس کی حقیقت خود سمجھ جائیں گے ان شاء اللہ...... باقی یہ نفل عمل ہے اس لیے زیادہ تاکید نہیں لکھ رہا...... بعض ''نفل عمل'' بڑے اونچے بن جاتے ہیں...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنت میں حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے قدموں کی چاپ سنی...... بعد میں معلوم ہوا کہ یہ امتیازی مقام ایک عاشقانہ نفل عمل کی برکت ہے...... کیا عجب کہ...... اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دور ہم مسلمانوں کے لیے ...... یہ دس منٹ کی ''حاضری'' اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسی مقبول ہو کہ...... ہم اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پالیں...... اور جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پالیتا ہے...... وہی اللہ تعالیٰ کو پاتا ہے......

لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

مولانا
طلحۃ السیف

مالِ حرام

مال حرام کی آگ نے پورے ماحول کو جلا کر خاکستر کر رکھا ہے۔ ہر طرف اسی کا دور دورہ ہے۔سود، جوا، ، گیمز،سیکمیں، آن لائن مختلف قسم کے فراڈ اور کاروبار کے شرعا ناجائز معاملات ہر روز انکی نت نئی جہتیں متعارف کرائی جارہی ہیں اور لوگ جلد اور آسان دولت کے حصول کیلئے ان پر ٹوٹ رہے ہیں اور اب تو ٹک ٹاک یوٹیوب اور دیگر سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر ویڈیو کونٹینٹ کے ذریعے پیسہ کمانے کی حرص نے ساری حدیں ہی پار کردی ہیں۔سارا معاشرہ اسی کے زیر اثر بدامنی، بے حیائی، بدکاریوں کے فروغ اور ناشکری کی زد میں ہے۔جو جس سطح پر جس درجہ بااختیار ہے اپنے لئے یہ آگ کمانے کے لیے اپنے اختیار کو صرف کر رہا ہے۔بس فرق ہے تو صرف اختیار اور اسباب کی کمی زیادتی کا ہے۔کیا حکمران کیا، ملازمین، کیا تاجر، کیا استاد، کیا عوام سب ایک ہی راستے پر گامزن ہیں۔جب تک دِلوں میں اس چیز سے تنفر اور بُعد پیدا نہیں ہوگا اور ہر شخص اسے آگ کی طرح جلانے والی چیز نہیں سمجھے گا حالات میں بہتری کی سوچ بس خواب ہی رہے گی۔

انسان سے جو بداعمالیاں اور برائیاں صادر ہوتی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں......

(۱) ایسے بُرے اعمال جن کا اثر اس وقت تک رہتا ہے جب تک انسان ان میں مبتلا ہو۔جب اس برائی میں مشغول نہ ہو تب اس کا کوئی اثر اس پر نہیں ہوتا......

(۲) ایسی بُرائیاں جن کا اثر ہر وقت انسان پر طاری رہتا ہے حتی کہ اس وقت بھی جب وہ عبادت میں اور نیک اعمال میں مشغول ہو......

اس دوسری قسم میں سب سے سخت اور مضر ترین بُرائی ''کسبِ حرام'' ہے......

یعنی معیشت کے ایسے ذرائع اختیار کرنا جو شرعاً حلال نہ ہوں......

ایک شخص حرام کھاتا اور کماتا ہے

اس سے مالِ حرام کا اثر کسی حال میں بھی جدا نہیں ہوتا۔

وہ نماز میں ہو......

حج کر رہا ہو......

دعاء کے لئے ہاتھ اُٹھائے رو رہا ہو......

بیت اللہ کے دیوانہ وار چکر لگا رہا ہو......

خلق خدا کی خدمت میں مشغول ہو......

والدین کی خدمت کر رہا ہو......

یا کوئی بھی نیکی......

اس کے پیٹ میں غذا حرام......

تن پر لباس حرام......

جیب میں موجود رقم حرام......

گویا وہ شخص جہنم کی آگ میں پوری طرح گھرا ہوا......

ایسے میں نہ عبادات اوپر جاتی ہیں نہ دعائیں......

نہ خدمات رنگ لاتی ہیں اور نہ آنسو اثر دِکھاتے ہیں......

نہ صدقہ قبول ہوتا ہے نہ خیرات پر کوئی اَجر ملتا ہے......

لوگ دھوکے میں پڑے ہیں......

حرام کمانے اور کھانے کو معمولی جرم سمجھتے ہیں......

اور گمان کرتے ہیں کہ نیک اعمال اور صدقہ انہیں وَبال سے بچا لیں گے......

حالانکہ قرآن وحدیث سے جو معلوم ہوتا ہے وہ اس کے بَرخلاف ہے......

☆......☆......☆

قرآن مجید کے اسلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے اَعمال کا ''صالح'' ہونا موقوف ہے اَکل حلال پر۔

یعنی اکل حرام اعمال کو "صالحات" کے زمرے میں شمولیت سے روک دیتا ہے......

ارشاد باری تعالیٰ پر غور فرمائیں!

''اے رسولوں کی جماعت! حلال پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھے اعمال کرو''(المؤمنون)

''اکل حلال'' ایسا ضروری حکم ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے نفوس قدسیہ کو اس کی اس پُرزور انداز میں تاکید کی گئی ہے......

دراصل یہ تاکید اُن کی امتوں کو ہے......

اور پھر ''وَاعمَلُوا صَالحا'' کا ذکر...... اشارہ ہے کہ اعمال صالحہ کی بناء ''اَکل طیبات'' پر ہے......

کھانا حلال ہوگا تو نیک اَعمال کی توفیق بھی ملے گی اور قبولیت بھی نصیب ہوگی......

اور اگر کسب حلال نہیں تو کتنے بڑے بڑے اعمال اَکارت جاتے ہیں؟......

ملاحظہ ہو:......

''دعاء'' اللہ تعالیٰ کے ہاں بندے کے محبوب ترین اَعمال میں سے ایک......

ایسا عمل جو فوراً اوپر پہنچتا ہے......

جس کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں......

جسکی ترغیب وتاکید کی گئی ہے اور جسے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا گیا ہے......

مگر کسب اور طعام کا حلال نہ ہونا اسے بھی اوپر جانے سے روک دیتا ہے......

اور ایک آدھ دن کے لئے نہیں چالیس دن تک......

’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:

یارسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتادیجیے کہ میں مستجاب الدعوات بن جاؤں......

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا!

اے انس! اپنی کمائی کو پاک رکھو تمہاری دعاء قبول کی جائے گی......

بے شک بندہ اپنے منہ میں حرام کا ایک لقمہ لے جاتا ہے تو اس کی چالیس دن تک دعاء قبول نہیں کی جاتی‘‘ (الترغیب والترہیب)

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور قبول نہیں کرتا، سوائے پاک چیزوں کے اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اسی کام کا حکم دیا ہے جسکا حکم اپنے انبیاء کو دیا......

اس نے فرمایا: اے ایمان والو! کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں سے جو ہم نے تمہیں رزق کے طور پر دیں......

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ذکر فرمایا:

ایسے شخص کا جو لمبے سفر پر ہو...... پراگندہ بال ہو، غبار آلود ہو، آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یا رَب کہہ کر دُعا کر رہا ہو مگر اس کا کھانا حرام، لباس حرام اور غذا حرام ہو...... پس اس کی دعاء کیونکر قبول کی جاسکتی ہے؟...... (بخاری)

طویل سفر، غبار، پراگندہ حالی، آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانا، یارب کہہ کر مانگنا......

یہ سب قبولیت کے اسباب ہیں...... ایسے بندوں کی دعا فوراً سنی اور قبول کی جاتی ہے......

مگر مال حرام نے ان تمام کیفیات کا اثر زائل کر دیا......

اور دیکھئے......

صدقہ...... ایسا عمل جو رب تعالیٰ کے غضب کو بجھانے والا ہے......

مصائب وآفات کو ٹالنے والا ہے...... رزق میں زبردست برکت کا باعث ہے......

جنت کی نعمتوں کے حصول کا ضامن ہے مگر حرام مال سے ہو تو بالکل ضائع بلکہ وَبال کا سبب ہے......

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

جس شخص نے مال حرام جمع کیا پھر اسے صدقہ کر دیا اسے اس میں کوئی اجر نہیں ملے گا اور اس کا گناہ اس پر ہوگا (صحیح ابن خزیمہ)

☆......☆......☆

کسب حرام میں بدترین کسب ''سود'' ہے......

ایسا بدترین گناہ جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے متعدد روایات میں سات سب سے بڑے گناہوں میں سے ایک قرار دیا ہے......

سود کے عمومی پھیلاؤ کی وجہ سے لوگوں نے اس بدترین مال کو حلال کرنے کی تاویلات گھڑیں ......جدید وقدیم کا فرق......

ظلم کا وجود اور عدم......اور نہ جانے کیا کیا تاویلات......

مگر ان سب سے اصل شناعت پر فرق نہیں پڑتا......جدید ہو یا قدیم، تجارتی ہو یا قرض کا......ساہوکار کا ہو یا بنک کا......

سود سب کا سب قطعی حرام اور بدترین مال ہے......

قرآن مجید کی آیات اور احادیث مبارکہ پڑھ کر دیکھیں......

کیسی سخت شناعت......کیسی سخت وعیدیں اور کیسے لرزہ خیز عذاب سود کے بارے میں وارد ہوئے......

سود اللہ اور اللہ کے رسول سے اعلان جنگ ہے (البقرۃ)

سود سے مال بڑھتا نہیں گھٹتا ہے (البقرۃ)

جو شخص سود کے ذریعے مال بڑھاتا ہے انجام کار اس کا مال گھٹ جاتا ہے (ابوداؤد)

سود میں ستر سخت گناہ ہیں ان میں کم ترین درجے کا گناہ ایسے ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے بدکاری کرے (ابن ماجہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی رات کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے پیٹ کمروں کی مانند تھے اور ان میں اتنے سانپ بھرے تھے کہ باہر سے نظر آرہے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ سود خور لوگ ہیں (ابن ماجہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی رات ایک شخص کو دیکھا کہ ایک نہر میں غوطہ لگا رہا ہے اور پتھر نگل رہا ہے۔ بتایا گیا کہ یہ سود کھانے والا شخص ہے (مسند احمد)

اتنا گندہ گناہ اور ایسا ناپاک کسب...... مگر کتنے لوگ ہیں جن میں فکر ہے کہ اس سے بچیں......

علانیہ سود کھانے اور سودی معاش اختیار کرنے والے لوگ چند عبادات، دینی حلیے اور دینی کاموں میں کچھ معاونت کی آڑ میں اس گندگی میں لت پت ہیں اور معاشرے میں معزز بھی......

رشوت...... ایک دوسرا حرام ناسور جس نے ہمارے معاشرے کو بُری طرح اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے......

کسی قسم کا سرکاری وغیر سرکاری دفتری کام رشوت کے بغیر انجام پذیر ہو جائے...... بظاہر ہمارے معاشرے میں انہونی سی بات ہوگئی ہے......

تھوڑا عرصہ پہلے تک جب کچھ شرم وحیا اور اخلاقی اقدار زندہ تھیں "رشوت" کو قدرے برا کام جانا جاتا تھا مگر اب تو اسکا نام ہی بدل دیا گیا ہے......

کہیں حق الخدمت تو کہیں دفتری سرچارج......

اچھے خاصے بظاہر دیندار لوگ بھی اس لعنت میں پوری طرح گرفتار ہیں...... مگر وہ اس مال حرام کو رشوت کے علاوہ نام دے کر مطمئن ہیں کہ وہ کوئی گناہ نہیں کر رہے......

حالانکہ شریعت میں اس باب میں اس قدر سخت ہدایات ہیں کہ جائز کام میں کسی کی سفارش کرنے اور کام کرا دینے پر کچھ ہدیہ قبول کرنے کو بھی احادیث میں رشوت کہا گیا اور اس سے منع

فرمایا گیا ہے......

رشوت کتنا برا عمل ہے......ملاحظہ فرمائیں......

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں ملعون ہیں (ابو داؤد)

ان دونوں گناہوں سے معاشرے پر کیا عمومی عذاب آتے ہیں......

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

جس قوم میں سود عام ہو جائے وہ قحط سالی کا شکار ہوتی ہے اور جس قوم میں رشوت پھیل جائے ان پر دشمنوں کا رُعب طاری کر دیا جاتا ہے (مسند احمد)

ان کے علاوہ حرام کھانے اور کمانے کے کیا کیا طریقے ہمارے معاشرے میں رائج ہو چکے ہیں ان کی گنتی کی جائے تو کسب حلال ڈھونڈنا مشکل ہو جائے گا......

زمینوں میں فراڈ، تجارت میں دھوکہ دہی، جھوٹ، غبن، وراثت کی غیر شرعی تقسیم، ملاوٹ، زراعت میں سودی معاملات کی بہتات......حتیٰ کہ کوئی شعبہ کسب کا ایسا نہیں رہا جس میں حرام کا دور دورہ نہ ہو......

حرام کمانے اور کھانے کی یہ تمام وعیدیں جو حقیقت میں قرآن و حدیث میں وارد ہونے کی وعیدوں کا عشر عشیر بھی نہیں ذہن میں رکھ کر ہم سب سوچیں اور فکر کریں کہ ہمارا کسب حلال ہو ورنہ یہ مال جہنم بھڑکا رہا ہے......

''نبی کریم نے ارشاد فرمایا!

جس گوشت کی پرورش مال حرام سے ہوئی وہ جہنم میں جلائے جانے کا ہی مستحق ہے (الترغیب والترہیب)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنی اولادوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ'' (التحریم)

٢٠

پیغامِ نبوی ﷺ

مفتی محمد منصور احمد

میرے صحابہ کو گالی نہ دو!

لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي (صحیح بخاری: ٣٦٧٣)

"میرے صحابہ کو گالی نہ دو!"

حضرت خالد بن ولید اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کے درمیان کوئی بات ہوئی۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: آپ ہمارے ساتھ اس لیے زیادتی کرتے ہیں کیونکہ آپ ہم سے کچھ دن پہلے اسلام لائے ہیں!

یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتہ چلی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو، اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو بھی ان کے ایک مُدّ (ایک ڈیڑھ کلو گندم) بلکہ اس کے آدھے ثواب کو بھی نہیں پہنچ سکتا!

☆ ایک صحابی نے دوسرے صحابی کو ایک بات کہی جو یقیناً گالی سے بہت کم ہی تھی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بھی ناپسند فرمایا اور درگذر نہ کیا!

☆ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سیف اللہ ہیں، ان کی بات کو بھی اس سلسلے پسند نہیں فرمایا گیا تو تم کون ہوتے ہو صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنے والے؟

☆ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مرتدین کو سبق سکھانے والے اور دین کی حفاظت کرنے والے ہیں، تم کون ہو جو ان کو برا کہتے ہو؟

☆ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سامراجی حکومتوں کو ختم کر دینے والے اور امت کو عظمت دلانے والے ہیں، تم کون ہو جو ان کو گالیاں دیتے ہو؟

☆ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری بیوی اور آپ کی عزت ہیں، تم کون ہو جو ان کی شان میں گستاخی کی جسارت کرتے ہو؟

☆ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے ماہر فن سپہ سالار اور مصر کے فاتح ہیں، تمہارا کارنامہ کیا ہے؟

☆ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاتب وحی اور ملکوں کے فاتح ہیں، تمہارا اس اختلاف سے کیا لینا دینا جس پر طویل زمانے گزر چکے ہیں؟

☆ انہی لوگوں نے اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کر کے اور قربانیاں دے کر تمہارے لیے دین کی حفاظت کی ہے۔ یہاں تک کہ یہ دین سونے کے طشت میں تمہارے پاس پہنچا، پھر بھی تم انہیں برا بھلا کہتے اور گالیاں دیتے ہو۔

☆ ارے نافرمان، اللہ کی قسم تم نافرمان اور ناقدرے انسان ہو!

لوگوں کی رائے کا احترام کریں!

فَقَبِلَ ذٰلِكَ مِنِّي (المستدرک للحاکم:۵۸۰۱)

”آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا مشورہ قبول فرمایا“

غزوہ بدر کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کی تیاری کیلئے لشکر کو ایک جگہ روکا، تو حضرت خباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! اس جگہ رکنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے، جس کی وجہ سے ہم یہاں سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتے، یا یہ ایک رائے اور جنگی چال ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: نہیں ایک رائے اور جنگی چال ہے۔

اس پر انہوں نے عرض کیا: یہ جنگ کیلئے مناسب جگہ نہیں، بدر کے کنوؤں کو ہماری پشت پر رکھیے تاکہ ہم ان کا پانی پی سکیں اور دشمن نہ پی سکے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: یہ ایک بہترین رائے ہے۔

☆نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سپاہی کی رائے پر لشکر کی جگہ تبدیل کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کیا!

☆آپ بھی ایسے ضدی نہ بنیں کہ اپنی رائے کے علاوہ دوسروں کی رائے کو توجہ ہی نہ دیں!

☆ایسے ڈٹ جانے والے نہ بنیں کہ اپنے نقطۂ نظر کے علاوہ دوسروں کے خیالات کو دیکھیں بھی نہیں!

☆حق کی طرف رجوع کرلینا باطل میں حد سے تجاوز سے بہتر ہے!

☆لوگوں کی آراء اور خاص میدان میں ان کی مہارتوں کا احترام عقلمند لوگوں کا شیوہ ہے!

☆وہ آدمی بے وقوف ہے جو صرف اپنی رائے کو مقدس جانتا ہے گویا کہ وہ وحی ہے!

☆اور وہ شخص متکبر ہے جو حق بات کو اس لیے ردّ کرتا ہے کہ وہ دوسرے کی طرف سے کہی گئی ہے!

☆پرانے زمانے سے اہلِ عرب یہ کہتے ہیں: جو لوگوں سے مشورہ لیتا ہے وہ ان سب کی عقلوں کو اپنے کام میں شریک کرلیتا ہے!

یارِ غار و مزار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ

یَا أَبَا بَكْرٍ لَا تَبْكِ (صحیح بخاری:۴۶۶)

''ابو بکر مت روئیے!''

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں لوگوں سے خطاب فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا کہ وہ دنیا کی آسائش لے لے یا اللہ تعالیٰ کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ لے لے، تو اس بندے نے اللہ تعالیٰ کے پاس جو نعمتیں ہیں انہیں پسند کیا۔

یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ رونے لگے، تو میں نے کہا: ان بزرگ کو کس بات پر رونا آرہا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر! مت روئیے۔

لوگوں میں جس آدمی کی رفاقت اور مال نے مجھے سب سے زیادہ فائدہ دیا وہ ابو بکر ہیں، اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو دلی دوست بناتا تو یقیناً ابو بکر کو ہی بناتا لیکن اسلامی رشتے کی محبت و اخوت کافی ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس بندے کے بارے بتایا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ہی تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس بات کو ہم سب سے زیادہ جانتے تھے۔

☆ یہ ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ نبی نہیں ہیں! لیکن یہ عام لوگوں کی طرح بھی نہیں!

☆ یہ ایک الگ مقام پر فائز ہیں!

☆ جو انبیاء کرام علیہم السلام کے مقام سے تھوڑا کم ہے اور عام لوگوں کے مقام سے بہت بلند ہے!

☆ رفیق ہجرت اور یارِ غار ہیں، غارِ ثور کے وہ ان دو افراد میں سے ایک ہیں، جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ تھا۔ (یہ سورۃ توبہ کی آیت 40 کی طرف اشارہ ہے)

☆ عمر بھر کے دوست، مشکلات کے رفیق اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کا ٹکڑا ہیں!

بقیہ: ''شہادتوں'' کا ایک سال

یقین جانیں کہ ہر مصیبت ہیچ ہے۔ ہر آزمائش چھوٹی ہے۔ اگر دین محفوظ ہے تو کچھ پروا نہیں۔ یہ سب چند دنوں کی بات ہے، ہمارا اصل ٹھکانہ جنت ہے۔ یہ بس ایک سفر ہے ایک چھوٹا سا سفر اور سفر میں تھکان تو ہوتی ہی ہے اور پھر راحت اس سفر کے اختتام پر ہے جب پہلا قدم جنت میں پڑے گا۔ ان شاء اللہ!

اللهمّ أنت الصاحبُ في هذا الصبر والخليفة في أحلامنا، أعوذ بك اللهمّ من وعثاء التجاوز، وكآبة التعثُّر، وسوء المنقلب في كل خطوة، اللهمّ هوِّن علينا صبرنا هذا .. وأطوِ عنّا بعده

یا اللہ! اس صبر (کے سفر) میں تو ہی میرا ساتھی ہے اور ہمارے خوابوں کا نگہبان (و پشت پناہ) ہے۔ یا اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں (مشکلات سے) آگے بڑھنے کی تھکن سے، (راستے میں) لڑکھڑانے کے غم و افسردگی سے، اور ہر قدم پر بُرے انجام سے۔ یا اللہ! ہمارے لیے ہمارے اس صبر کو آسان فرما دے اور اس کے بعد کی دوری (اور منزل کے فاصلوں) کو ہمارے لیے سمیٹ دے۔ وہ جیسے چاہتا ہے ہمارے حالات بدل دیتا ہے۔ وہ چاہے تو عطاء فرماتا ہے، چاہے تو روک لیتا ہے، چاہے تو اپنی رحمت سے نوازتا ہے اور اپنی حکمت کے مطابق محروم بھی رکھتا ہے۔ پس جو اللہ نے چاہا، وہی ہوا اور جو اس نے نہ چاہا، وہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں یعنی ہر چیز اللہ کے ازلی علم اور فیصلے کے مطابق مقدر ہو چکی ہے۔ پس اپنے پیارے رب پر بھروسہ کیجیے!

مولانا زبیر طیب

”شہادتوں“ کا ایک سال

اللہ تعالیٰ ”مسجد سبحان اللہ“ کے تمام شہداء کو اپنے قرب کا خاص مقام نصیب فرمائیں...... اور ہمیں جنت میں ان کی معیت نصیب فرمائیں۔آمین!

آج جب شہادتوں کو ایک سال سے زائد عرصہ بیت گیا ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے تحدیث بالنعمت کے کچھ دل کی باتیں عرض کی جائیں کہ شاید کسی آزمائش میں مبتلا غمزدہ دل پر ان باتوں کا اثر ہو اور اسے صبر اور شکر کی نعمت نصیب ہو جائے اور خود بندہ کو بھی اس سے فائدہ ہو جائے۔

اصل کامیابی

ہمارے پیارے شہدائے کرام سب کے سب ان شاء اللہ ”بل احیاء“ کا انعام پا کر ”عند ربھم یرزقون“ کے مزے لوٹ رہے ہوں گے۔یقیناً وہ زندہ ہیں ایسی زندگی جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ایک مقام پر کسی حادثے کے نتیجے میں لوگوں کا اس دنیا سے چلے جانا یا کسی قدرتی آفت کے وقت لوگوں کا مرنا یا کشتی الٹنے کے نتیجے میں مسافروں کا ڈوب جانا یا چھت کا گر جانا ایک بالکل الگ معاملہ ہے۔ لیکن اس دن مسجد سبحان اللہ میں جو کچھ ہوا یہ نا تو حادثہ تھا اور نا ہی سانحہ یہ اللہ رب العزت کا خاص ”انعام“ تھا۔کچھ پیارے ”چنیدہ“ پاکباز روحوں کو یہ مقام نصیب ہونا تھا اور وہ ہو کر رہا۔اللہ تعالیٰ ہمارے مالک ہیں جسے نوازنا چاہیں نوازتے ہیں۔”شہادت“ بہت بڑی کامیابی ہے اس روئے زمین اور کائنات کی سب سے بڑی ”کامیابی“۔دنیا کی تمام کامیابیاں وقت کے ساتھ ماند پڑ جاتی ہیں اور پھر ایک دن ختم ہو جاتی ہیں مگر ”شہادت“ ایسی عظیم کامیابی ہے جو دنیا اور آخرت میں باقی رہنے والی ہے۔بلاشبہ ہمارے چھوٹے بڑے سبھی شہداء ان شاء اللہ العزیز کامیاب ہوئے۔اس پر یقین ہے اور ہم میں سے جو اس راستے کی سچی طلب

اورخواہش رکھتے ہوں اللہ تعالیٰ انہیں بھی یہ ''حقیقی اور اصلی'' کامیابی عطاء فرمائیں۔آمین

آزمائش اور امتحان

شہداء کے مزے ہو گئے وہ اس دنیا میں ہنستے بستے ، کھیلتے کودتے رات کوسوئے اور جنت میں آنکھ کھولی۔البتہ وہ جو ملبے سے زندہ وسلامت نکلے آئے اللہ تعالیٰ کو امتحان لینا مقصود تھا سو امتحان شروع ہو گیا۔سخت ترین آزمائش ......ایسی آزمائش سے واسطہ پڑا،جس کا گمان بھی کبھی خواب وخیال کے کسی گوشے میں نہ آیا تھا۔۔چار بچے اور بچے بھی ایسے کہ رب کی عجیب عنایت تھے۔ہمارا ان کے ساتھ رویہ، روایتی ماں، باپ جیسا بالکل نہیں تھا۔ہم دوستوں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ رہتے تھے۔ہمارا دن انہی سے شروع اور انہی پر ختم ہوتا تھا اور پھر ایک دن وہ چاروں چلے گئے۔نہ صرف وہ بلکہ تمام تر ساز وسامان، گھر اور ہر وہ چیز جو ہمارے پاس تھی۔ایسے غم کو جھیلنے اور برداشت کرنے کے لیے پہاڑ جیسا حوصلہ چاہیے۔لیکن یہ حوصلہ لائیں کہاں سے؟ شہادتوں کے تیسرے روز ہم میاں بیوی الگ تھلگ بیٹھے اور سوچنے لگے کہ اس غم اور تکلیف کو جھیلنے کا حوصلہ کہاں سے لائیں۔دل کی کیفیت ایسی تھی کہ بیان کرنا مشکل ہے۔غم اور تکلیف کی شدت سے کلیجہ منہ کو آرہا تھا۔سانسیں بے ہنگم تھیں اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا تھا۔تب اللہ تعالیٰ کی نصرت کو اپنے دل پر اُترتے ہوئے محسوس کیا۔آزمائش اسی نے دی اور اس آزمائش کو برداشت کرنے اور جھیلنے کی ہمت اور حوصلہ بھی اسی نے دینا تھا ورنہ یہ کسی انسان کے بس کی بات بالکل نہیں تھی کہ وہ ہماری تسلی کا سامان کرسکے۔الفاظ کسی کے پاس نہیں تھے جو ہمارے دل کو ڈھارس دے سکیں۔اس صورتحال میں اللہ تعالیٰ کی نصرت متوجہ ہوئی اور ہمارا دل ''قرآن مجید'' کی طرف مائل ہوگیا۔ہم دونوں نے قرآن مجید کو تھاما اور اس میں تلاشنے لگے کہ جب مؤمنین پر ایسی کوئی سخت آزمائش آجائے تو ہمارا رب اس صورتحال میں ہم سے کیا کہتا ہے کیا تسلی دیتا ہے اور کس طرح سے ہمارے اس دکھ کا مداوا کرتا ہے؟

''قرآن مجید'' کی نعمت

ہم دونوں میاں بیوی حافظ اور عالم الحمدللہ! ہم اس سے پہلے بھی قرآن مجید کی آیات پڑھتے تھے۔ترجمہ اور تفسیر بھی پڑھ رکھا تھا۔لیکن سچ پوچھیں تو اس دن ہم نے قرآن جب تھاما اور جس دل اور درد سے اسے پڑھا ہمارے دل ودماغ میں ایک سکون اترتا چلا گیا۔قرآن مجید کی ایسی ایسی آیات سامنے آتی چلی گئی کہ

ہم حیران رہ گئے۔اس کی تاثیر اور حلاوت کو دل میں اترتا محسوس کیا۔قرآن مجید ہمیں بتانے لگا کہ یہ سب کچھ اچانک نہیں ہوا یہ تمہارے رب کے ہاں پہلے سے طے تھا۔اللہ تعالیٰ اپنے مقرب اور محبوب بندوں کی ایسی آزمائش کرتا ہے۔وہ تمہاری جانوں میں، تمہارے مالوں میں سے آزمائش کرے گا۔پس تم اس پر صبر کرو۔جو آزمائش آئی ہے اس میں اگر مگر یا کاش مت کرنا۔بلکہ کہنا کہ جو کچھ ہوا وہ میرے رب کے طرف سے ہے اور میں اس پر راضی ہوں۔قرآن مجید نے بتایا کہ اس آزمائش پر جو صبر کرے گا میں تمہارا رب اس سے ''محبت'' کروں گا۔میں تمہارا خالق و مالک ''صبر'' کرنے والوں کے ساتھ ہوں۔قرآن مجید بتانے لگا کہ تمہارا رب تمہاری اس آزمائش پر تمہیں بہترین بدلہ عنایت کرے گا۔وہ تمہیں تنہا نہیں چھوڑے گا۔یہ دنیا کی زندگانی تو چند روزہ ہے پھر تم میرے پاس لوٹ کر آؤ گے میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دوں گا۔میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا۔میں تمہاری حالت سے غافل نہیں ہے۔اور قرآن مجید کا یہ بتانا کہ ''ہم دیکھ رہے ہیں تمہارا بار بار آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا''

ہائے پیارا قرآن! اس نے ہمیں تھام لیا۔ یا اللہ! آپ کا شکر اور احسان کہ آپ نے قرآن جیسی نعمت سے نوازا۔اس سخت ترین آزمائش میں ہمارے دلوں کو پہاڑوں جیسا مضبوط کر دیا۔ہمارے دل اپنے پیارے اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔ہم ''صبر'' کے ساتھ ''شکر'' کرنے لگے کہ یا اللہ! جو کچھ ہمارے ساتھ ہوا ہمارے لیے اس میں ''خیر'' ہے۔یہ آپ کی طرف سے ''انعام'' ہے۔پس اس انعام پر شکر ادا کرنے لگے اور یوں غم کے بادل چھٹتے چلے گئے۔پھر ہم نے قرآن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا، اس کے ساتھ دوستی کر لی۔اسی قرآن نے ہماری نماز بہتر کر دی۔ایسی نماز دے دی جو پہلے ہم نے کبھی نہیں پڑھی تھی۔اللہ تعالیٰ کی معرفت، عبادت میں لذت اور چاشنی، اللہ تعالیٰ سے مانگنا، چپکے چپکے اس سے باتیں کرنا، اپنے دل کا حال بیان کرنا، لوگوں سے بے نیازی اور آخرت کی فکر کا لگ جانا، اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا بے انتہا شوق پیدا ہو جانا اور بہت کچھ قرآن مجید نے ایسا دے دیا جس کا ذکر یہاں طوالت کا باعث بن جائے گا۔آپ کو سچ بتاؤں یہ ہمیں ہر دن ایسی تسلی دیتا ہے کہ ہم حیران رہ جاتے ہیں۔یہ خالصتاً رب کی عنایت ہے اسی کا لطف و کرم ہے کہ اس نے ہمارے دل اس طرف متوجہ کر دیے۔الحمد للہ ثم الحمد للہ۔یہ باتیں تحدیث بالنعمت کے عرض کر دی ہیں تاکہ وہ لوگ جو مصائب اور پریشانی کا شکار ہیں۔پس قرآن کو تھام لیں۔

خاندان کی نعمت

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر کہ اس نے ایسا گھرانہ عنایت کیا جس نے اس مشکل وقت میں ہمیں سہارا دیا۔ہمارے لیے اپنے گھروں کے دروازے کھول دیے۔محبت، اپنائیت اور خلوص سے نوازا۔جس قدر ممکن ہوسکا سب نے تعاون کیااور ہماری اس سخت ترین آزمائش میں ہمارے آنسو پونچھے، ہمت اور حوصلہ دیااور سارے معاملات میں ہمیں راحت پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔آزمائش میں ایسے گھرانہ اور خاندان کا ساتھ ہونا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور اپنے شایان شان اجر عظیم سے نوازیں۔آمین!!

بالخصوص دو ہستیوں نے ہمارے لیے تسلی کا عجیب سامان کیا۔ان میں سے ایک میرے حضرت ''شیخ'' حفظہ اللہ تعالیٰ۔اللہ تعالیٰ کا کرم اور شکر کہ انہوں نے شفقت اور محبت سے نوازا۔ان کی باتیں دل کی گہرائیوں میں اتر کر روح کو معطر کر دیتی ہیں۔الفاظ میں ایسی چاشنی، مٹھاس، اخلاص اور للہیت کہ ہم سنتے جاتے اور ہمارے دلوں سے غم چھٹتا چلا جاتا۔گفتگو میں علم کا نور، اخلاص کی خوشبو اور حکمت کی مٹھاس کہ کئی دن تک اس کی اثر باقی رہتا۔مدارج السالکین میں ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ ''جب ہم پر خوف بہت بڑھ جاتا، گمان پریشان کر دیتے اور زمین اپنی وسعت کے باوجود ہم پر تنگ محسوس ہونے لگتی تو ہم اپنے شیخ ابن تیمیہؒ کے پاس حاضر ہوتے......بس انہیں دیکھتے اور ان کی گفتگو سنتے ہی وہ ساری گھبراہٹ، غم اور پریشانی ختم ہو جاتی اور اس کی جگہ دل کا انشراح، قوت، یقین اور اطمینان آجاتا۔'' اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان کہ اس نے ''حضرت شیخ حفظہ اللہ'' جیسی شخصیت سے نوازا۔ہم میاں بیوی ان سے ملاقات کے بعد کئی کئی دن تک ان باتوں کا آپس میں مذاکرہ کرتے اور لطف اُٹھاتے۔اللہ تعالیٰ حضرت کو اپنے شایان شان اجر عظیم سے نوازیں۔آمین! دوسری ہستی ''میرے محترم بڑے ماموں جان'' جو دو نوجوان شہداء کے والد بھی ہیں۔شہادتوں کے بعد ان کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے دل کی باتیں عرض کیں۔انہیں اپنا حال بیان کیا۔انہوں نے بھی بہت محبت اور شفقت سے نوازا۔شہادت، شہید، جنت اور رب کے انعامات کا ایسا تذکرہ سنتے کہ اس کی حلاوت اپنے دل میں کئی کئی دن تک محسوس کرتے۔اللہ تعالیٰ پیارے ماموں جان کو جزائے خیر عطاء فرمائیں اور اپنی رضا نصیب فرمائیں۔آمین!

”جماعت“ مبارک

اللہ تعالیٰ کا احسان اور شکر کہ اس نے مجھ ناکارہ کو ”جماعت“ کی نعمت سے نوازا۔ دنیا کی اس گہماگہمی اور بھیڑ میں بھی ”جماعت“ کے ساتھ منسلک رکھا۔ یہ اس کا بے انتہا احسان اور شکر ہے۔ شہادتوں کے بعد ”جماعت“ کی نعمت کا احساس دل میں جاگزیں ہوا۔ بہت دن ”جماعت“ کے بارے میں سوچتا رہا اور دل میں اس کا عشق بڑھتا چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی ”جماعت“ عنایت کی جو کفر کی آنکھوں میں کسی کانٹے کی طرح چبھتی ہے۔ آپ نے اس روئے زمین کے دو ”بدترین کفار“ ہنود و یہود کے میزائلوں کا رخ دیکھا کہ وہ کس کی طرف رہا۔ یہ ”جماعت“ کیوں ان کے لیے عذاب جاں بنی ہوئی ہے کہ انہیں دنیا کی سرحدوں کے بنائے گئے بڑے بڑے قانون اور اصولوں کو پھلانگ کر اس قدر بڑا قدم اٹھانا پڑا۔ یہ ”جہاد“ کی برکات ہیں بعض چیزیں مجبوریوں کی وجہ سے بتائی، دکھائی اور سمجھائی نہیں جاسکتی۔ ورنہ ہر شخص شعور رکھنے والا سمجھ سکتا ہے کہ یہ ”جماعت“ اور ”جماعت“ کے تمام قائدین، کارکنان اور محبین اور معاونین کیوں ہنود و یہود کے نشانے پر ہیں؟ یہ ”حق“ والوں کی نشانی ہے۔ جماعت کے سارے کارکنان چاہے وہ محاذوں پر ہوں یا انتظار والوں میں سے ہوں، طلباء ہوں یا اساتذہ، مسجد کی صفائی کرنے والوں میں سے ہوں، تندور پر روٹیاں لگانے والوں میں سے ہوں، یا حارثین میں سے ہوں، آپ جو کوئی بھی ہیں جہاں ہیں پس آپ سب کو ”جماعت“ مبارک ہو۔ حق والے ہمیشہ باطل کے نشانے پر رہتے ہیں۔ یہ پہلا یا آخری حملہ نہیں تھا ہم سب جانتے ہیں۔ ہم ہمیشہ باطل کے نشانے پر رہیں گے جب تک ہم ”حق“ کے ساتھ ہیں۔ ”جماعت“ کے ساتھ جڑے رہیں۔ چاہے آپ کو گھسیٹ کر آنا پڑے ضرور آئیں۔ ”جماعت“ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ”شہادتوں“ کے بعد عجیب معاملات دکھائے۔ یہاں ذکر کرنے لگوں تو پڑھنے والے اسے مبالغہ یا جھوٹ سمجھیں گے۔ اس لیے اس کا ذکر پھر کبھی سہی ان شاء اللہ!

بھروسہ کیجئے!

اب جا کر ایک بات سمجھ آ گئی کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں یہ اس دنیا کی واحد اٹل حقیقت ہے! یہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اور تمام مخلوقات اسی کی ملکیت ہیں۔ ہم سب اسی کے اختیار میں ہیں۔

بقیہ صفحہ 18 پر

مولانا محمد نعمان خلیل

آخری قسط

عالم ربانی رئیس المحدثین حضرت شیخ محمد عوامہ دام ظلہٗ

حضرۃ الشیخ محمد عوامۃ حفظہ اللہ تعالیٰ سے اجازت حدیث کی روداد:

اللہ تعالیٰ حضرۃ الشیخ محمد عوامۃ حفظہ اللہ تعالیٰ سے اجازت حدیث کی ظاہری اور روحانی برکات نصیب فرمائیں۔

بنوری ٹاؤن کے زمانہ طالب علمی میں اپنے اساتذہ کرام سے جن علمائے عرب کا تذکرہ بکثرت سنا ان میں ایک نام حضرت شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا تھا، آئے روز کسی نہ کسی طرح ان کا معطر تذکرہ کانوں میں گونجتا رہتا تھا، جس کی ایک وجہ شاید یہ تھی کہ ان کا محدث العصر حضرت سید یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ، بانی جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے ساتھ کافی گہرا تعلق رہا تھا، ان مشایخ کی آپس میں ملاقات کا چرچا زبان زدِ عام وخاص تھا اور حضرت کے وصال کے بعد بھی یہ جامعہ میں تشریف لا چکے تھے، انہی کے مبارک تذکرے کے ساتھ ان کے شاگرد رشید، سفر وحضر کے رفیق علمی وتحقیقی کاموں میں معاون ہمارے ممدوح شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ بھی جوڑا جاتا تھا، بالخصوص ان کی اپنے شیخ سے چالیس سالہ رفاقت بہت اہمیت کے ساتھ بیان کی جاتی تھی۔ یہ ابتدائی درجات کی بات ہے، بعد ازاں حدیثی درجات میں ان کے تعارف میں مزید اضافہ ہوا اور تخصص فی علوم الحدیث میں تو گویا ان سے عشق ہوگیا، محدثین کے ہاں روایت کے باب میں ملازمۃ الشیخ کی اہمیت وضرورت کو پڑھا تو اندازہ ہوا کہ علمی وعملی تربیت میں شیخ کے ساتھ طویل رفاقت کس قدر فضیلت والی چیز ہے کہ اس کے بغیر انسان کامل نہیں بن سکتا، دل میں بھرپور داعیہ

پیدا ہوا کہ ان کے ساتھ ملازمت اختیار کرنی چاہیے، کچھ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت آج کل ترکیا میں قیام پزیر ہیں، ترکیا جانے کا پکا عزم کرلیا، اس سلسلے میں کراچی کے بعض علماء سے ملاقاتیں بھی کیں کہ شاید کوئی صورت نکل آئے، ترکیا کے بعض علماء سے رابطہ کے ذریعہ حضرت کے بیٹے شیخ محیی الدین عوامہ حفظہ اللہ تعالیٰ کا واٹس اپ نمبر بھی مل گیا، ان کے توسط سے شیخ تک کئی خطوط اور پیغام بھیجے نہ جانے انہیں موصول ہوئے یا نہیں، وہاں کے اخراجات کے حوالہ سے معلوم کیا تو سوچا اپنی ملکیت میں جتنی چیزیں ہیں سب فروخت کردیتا ہوں، حتیٰ کہ اپنی کتابیں بھی، جو پائی پائی بچا کر خریدی گئی تھیں، لیکن ایک معمولی طالب علم کی ملکیت میں کتنی ہی کتب ہوں گی؟ اور ایک نادار طالب علم کے پاس کتابوں کے علاوہ ہو ہی کیا سکتا ہے! خیر اسی سوچ و بچار میں کئی راتیں نہ صرف جاگ جاگ کر بلکہ بعض راتیں تو رو رو کر اور کئی دن بھاگ دوڑ میں گزر گئے، پھر اللہ تعالیٰ سے تہجد اور فرض نمازوں کے بعد دعاء مانگنا شروع کی کہ اگر طلب سچی ہے اور ملاقات مقدر ہے تو اسباب مہیا فرما دیجیے ورنہ یہ داعیہ دل سے نکال دیجیے کیوں کہ اس کی وجہ سے یہاں کی تعلیم پر بھی کافی اثر ہونے لگا تھا، خیر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دل مطمئن ہوگیا، شیخ محی الدین عوامہ حفظہ اللہ تعالیٰ نے بھی کہا کہ والد محترم باقاعدہ پڑھانے کا سلسلہ نہیں رکھتے، اس سے حوصلہ مزید پست ہوگیا۔

حضرۃ الشیخ اور تخصص فی علوم الحدیث کا مقالہ:

تخصص فی علوم الحدیث میں سب سے اہم ترین چیز طالب عِلم کا مقالہ سمجھا جاتا ہے، پہلے سال کے وسط ہی سے طلبہ کو اپنے مقالہ کی فکر دامن گیر ہوجاتی ہے کہ کس موضوع پر لکھا جائے، اور مقالہ کے موضوع کے تعیّن میں یہ بھی شرط ہوتی ہے کہ اس موضوع پر اس طرح کا کام پہلے نہ کیا گیا ہو، تاکہ طالب علم کی علمی وتحقیقی مشق اچھے سے ہوسکے، اسی مقالہ کی کشمکش میں سرگرداں تھے کہ ایک مرتبہ کسی ذریعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ حفظہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ٹیلی گرام میں ایک گروپ ہے، وہاں کوئی علمی سوال کیا جائے تو وہ خود جواب دیتے ہیں، بندہ نے شاذ اور زیادۃ الثقۃ اور موقوف و مرفوع کے اختلاف کی صورت میں حل کے بارے میں سوال کردیا۔ غالباً ایک دن بعد جواب

موصول ہوا کہ اس کا حل وجوہ الترجیح ہیں، اور اس بحث کی طرف اشارہ میں نے تدریب الراوی کی تحقیق میں کیا ہے، بندہ کو پہلی خوشی تو اس بات کی تھی کہ حضرت نے خود جواب دیا ہے، پھر جب جواب میں علمی طور پر غور وفکر اور مطالعہ شروع کیا تو ایک مکمل عنوان اور باقاعدہ موضوع مل گیا۔

اس موضوع کا سب سے پہلے تذکرہ استاذ محترم، تخصص فی علوم الحدیث کے نگران مولانا کامران اجمل صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ سے کیا، اسی طرح دیگر اساتذہ کرام سے بھی مشورہ ہوا، سب کو موضوع اہم اور ضروری محسوس ہوا، چنانچہ اس پر خطہ تیار کرلیا گیا اور جامعہ کی علمی وتحقیقی کمیٹی نے بھی اسے منظور کرلیا، اس طرح بندہ کے مقالہ کا اصل محرک حضرۃ الشیخ محمد عوامۃ حفظہ اللہ تعالیٰ کا وہ دوسطری جواب بنا، یقیناً محققین اہل علم کی دوسطریں سینکڑوں صفحات کی تحقیق کے برابر ہوتی ہیں، چنانچہ مقالہ کا عنوان یہ طے پایا:

وجوہ الترجیح لدفع تعارض الأحادیث عند الفقہاء والمحدثین

اس مقالہ کے دوران ایک مرتبہ ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا یاسر عبداللہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ رمضان المبارک میں ان کی ملاقات حضرت شیخ حفظہ اللہ تعالیٰ سے ہوئی، اس میں انہوں نے اجازت حدیث دیتے ہوئے علمی گفتگو کے دوران وجوہ ترجیح کی اہمیت وضرورت پر بات کی، تب ہمارے استاذ محترم نے ان کے سامنے اس مقالہ کا تذکرہ فرمایا کہ ہمارے جامعہ میں اس موضوع پر لکھا جارہا ہے، اس پر وہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اس کام کو شائع بھی کرنا چاہیے، استاذ محترم نے تشجیع کے طور پر یہ بات بندہ کو بھی بتائی، جس سے اس کام کو مہمیز مل گئی اور اس کی طرف توجہ اور محنت پہلے سے بڑھ گئی، الحمدللہ! رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ میں مقالہ پایہ تکمیل کو پہنچ گیا جو پانچ سو سے زائد صفحات پر مشتمل تھا۔

سفر عمرہ کی سعادت اور حضرت شیخ ومربی حفظہ اللہ تعالیٰ کی خاص نصیحت:

اللہ تعالیٰ نے رواں عیسوی سال یعنی 2026 اور گزشتہ ہجری سال یعنی ۱۴۴۷ھ کے رمضان المبارک میں عمرے کی سعادت نصیب فرمائی۔ اللہ تعالیٰ حضرت امیر المجاہدین حفظہ اللہ تعالیٰ کا سایہ

عاطفت ہمیشہ قائم رکھیں، حضرت حفظہ اللہ تعالیٰ نے سفر پر جانے سے پہلے ایک خاص نصیحت فرمائی کہ آپ کا حرمین کا پہلا سفر ہے، کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی کا روحانی فیض لینے اور ان کے ساتھ خصوصی نسبت اور تعلق بنانے کی کوشش میں رہنا، مخلوق کی تلاش اور زیارات میں وقت ضائع مت کرنا، اسی نصیحت کا اثر تھا کہ مسجد قباء کے علاوہ حرمین کی کوئی زیارت نہ ہوسکی اور نہ ہی شیوخ کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ البتہ بیت اللہ کے پاس بیٹھ کر جن چند اہم دعاؤں کی توفیق ملی، ان میں ایک دعاء حضرت شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے متعلق تھی، اور یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے گنہگار بندوں کی دعائیں سننے والا ہے۔

حضرت شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ تعالیٰ سے پہلی ملاقات:

اس پہلی نظر پہلی ملاقات کا عالَم
کچھ کچھ تو مجھے یاد ہے سب یاد نہیں

اٹھارہ رمضان المبارک بروز ہفتہ مدینہ منورہ پہنچے دوسرا دن تھا، بندہ نے اپنے اوپر لازم کر رکھا تھا کہ باب ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے داخل ہو کر المسجد النبوي القديم کے ستونوں کے اس پار بیٹھنے کا اہتمام کرنا ہے، اور وہیں پر کچھ نہ کچھ تبرکاً احادیث مبارکہ کا کام کرنا ہے، تاکہ اَصحاب صفہ سے نسبت حاصل ہو جائے، اس دن نمازِ مغرب کے بعد قضائے حاجت کے لیے جا کر واپسی ہوئی تو شرطوں نے راستہ روک لیا، درخواست کے باوجود اندر نہیں جانے دیا گیا، حالانکہ اس کے بعد ہر روز اس وقت دروازہ کھلا ملا، اپنی محرومی سمجھ کر سامنے باب الہجرہ میں داخل ہوا تو وہاں بھی تمام صفیں بھر چکی تھیں، مسجد قدیم کی پچھلی جانب راستے والی صف میں بیٹھ گیا، کچھ دیر کے بعد وہاں سے بھی اٹھا دیا گیا، وہاں سے چل کر دوبارہ باب الہجرہ کی طرف آیا تو وہاں استاذ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا انور بدخشانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی شکل وشباہت لیے ایک بزرگ اپنی مخصوص الیکٹرک ویل چیئر پر براجمان تھے، انہیں دیکھ کر استاذ محترم کی بہت یاد آئی، میں انہیں بار بار تکتا رہا اور وہ مجھے دیکھتے رہے آخر کار انہوں نے اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہیں بیٹھ گیا۔ پھر وہ اپنی تسبیحات میں مشغول

ہو گئے اور بندہ اپنے کام میں، مسجد نبوی کے مؤذن نے جیسے ہی اذان عشاء کی تکبیر کہی تو باب الہجرہ
سے داخل ہوتے ہجوم کے درمیان، ایک سفید لباس میں ملبوس، سفید رومال سر پر لیے ویل چیئر پر
بیٹھی ایک شخصیت نمودار ہوئیں، انہیں دیکھ کر اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہ آیا، بے ساختہ کھڑے ہو کر
ان کے پیچھے چلنے لگا، یقین دہانی کے لیے ویل چیئر چلانے والے شخص سے پوچھا کہ کیا یہ شیخ عوامہ
ہی ہیں؟ انہوں نے سرہاں میں ہلایا تو لپک کر ان سے مصافحہ کیا اور دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔
بعد ازاں ان کے ساتھ ساتھ ہولیا عشاء کی نماز ان کی بائیں جانب کھڑے ہو کر ادا کی۔ دل بے یقینی
اور اضطرابی کیفیت میں مبتلا تھا، اتنے میں خیال آیا کہ حضرت حفظہ اللہ تعالیٰ کے لیے اپنا مقالہ بھی
ساتھ لایا تھا، اسے ابھی ہی خدمت میں پیش کر دینا چاہیے نہ جانے دوبارہ ملاقات ہو یا نہ ہو اور ساتھ
ہی یہ خیال بھی اُبھرا کہ اگر مقالہ لینے چلا گیا تو معلوم نہیں واپس ان تک پہنچ پاؤں گا یا نہیں، اسی
شش و پنج میں فون نکال کر اپنی خوشی اور بے چارگی کے اظہار کے لیے اپنے رفیق سفر سے
رابطہ کیا، انہیں ملاقات کی خبر سنائی اور اپنی بے چارگی کا اظہار کیا تو وہ غیر متوقع طور پر از خود ہی اپنی
بیماری کے باوجود رہائش گاہ سے مقالہ لانے پر تیار ہو گئے، جس پر میں انہیں کوشش کے باوجود
نہ روک سکا، اتنے میں تراویح کی ابتداء ہو گئی، حضرت حفظہ اللہ تعالیٰ ہی کے برابر میں کھڑے ہو کر
تراویح پڑھنے کی توفیق ملی، چھ تراویح کے بعد حضرت شاید رش سے بچنے کے لیے جانے لگے۔
انہیں جانے کی تیاری میں دیکھ کر بندہ نے ان کے ہمراہ شیخ احمد عوامہ حفظہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ کیا
میں ان سے کچھ بات کر سکتا ہوں، انہوں نے کہا جی بالکل! جو بات کرنی ہے، جلد کر لیں، بندہ نے
سلام کر کے اپنا تعارف کروایا جس پر آپ نے اپنے مخصوص انداز میں أهلا وسهلا مرحبا
بكم فرمایا، پھر مقالہ کا ذکر کیا کہ وہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی خواہش ہے، ان کے فرزند
نے کہا کہ اگر ابھی وہ موجود ہے تو دے دیں ورنہ ہمیں جانا ہو گا لیکن اس وقت تک تو وہ پہنچا نہیں
تھا، اس لیے وہ روانہ ہو گئے، یہاں اپنے ساتھی سے رابطہ کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ کسی جگہ پھنس گئے
ہیں اور شرطے انہیں اندر نہیں آنے دے رہے۔ نادانستہ طور پر بندہ شیخ کے ساتھ ساتھ چلتا رہا کچھ

دور جانے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ روضہ اقدس میں سلام کے لیے جارہے ہیں، اس سے کچھ تسلی ہوئی کہ شاید ان کے سلام سے واپسی تک مقالہ لانے کی ترتیب بن جائے، بندہ دوڑتا اور ہانپتا ہوا اپنے ساتھی کے پاس گیا اور مقالہ لے کر اسی طرح واپس پلٹا (اللہ تعالیٰ اس بے ادبی پر معاف فرمادیں) اور باب السلام سے خروج والے راستے میں بیٹھ گیا، وہاں بیٹھے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ حضرت شیخ حفظہ اللہ تعالیٰ پرنور چہرے کے ساتھ آتے دکھائی دیے، فوراً لپک کر ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مقالہ پیش کر دیا، جسے انہوں نے بہ خوشی قبول کیا اور اپنی جھولی میں رکھ لیا اور 310 نمبر گیٹ سے واپس جانے لگے۔ بندہ نے واپس آکر روضہ رسول ﷺ میں حاضر ہو کر سلام پیش کیا اور اللہ تعالیٰ کی شان پر شکر اور حیران ہوتا رہا۔

یہ پہلی ملاقات تھی، اگلا پورا دن اسی سحر میں گزر گیا، دوسرے دن چھ تراویح کے بعد باب أبی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکل کر انہیں تلاش کیا لیکن وہ نہ مل سکے، تیسرے دن اسی وقت اسی جگہ پہنچا تو وہ باب الہجرۃ سے نکل رہے تھے، جیسے سلام کیا تو فرمایا:

أنا أحب لقائك

اس جملہ کی مٹھاس اب تک دل میں محسوس ہوتی ہے، اور اس کا معنی عربی سمجھنے والے خوب سمجھتے ہیں اور پھر فرمایا آپ نے بہت اچھا موضوع منتخب کیا ہے اور بہترین مقالہ لکھا ہے اور آپ کا شکریہ کہ یہ مقالہ آپ نے مجھے ہدیہ کیا، بندہ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور عرض کیا کہ بندہ نے حرم میں آپ سے ملاقات کی دعاء کی تھی اور خواہش ہے کہ اجازت حدیث بھی نصیب ہو جائے تو فرمایا یہاں راستے میں تو ممکن نہیں ہے... پھر کچھ دیر سوچنے کے بعد فرمایا کہ آپ کی واپسی کب ہے، عرض کیا کہ جمعۃ المبارک کے دن تو فرمایا ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی ترتیب بن جائے گی۔ اگلے روز گیٹ نمبر 310 کے پاس ان کی واپسی پر ملاقات ہوئی تو فرمایا کل باب الہجرۃ کے پاس عشاء سے تقریباً بیس منٹ قبل آجائیے گا۔ بندہ کو اطمینان ہوا کہ شاید اب اجازت حدیث مل جائے، چنانچہ اگلے روز بروز بدھ، جمعرات کی شب تیئس رمضان المبارک کی طاق رات میں مغرب کے بعد ہی سے تیار ہو کر وہاں پہنچ

گیا، اذان سے کچھ قبل حضرت باب الہجرۃ سے داخل ہوتے دکھائی دیے، اس وقت بندہ وہیں دروازے پر ہی انتظار میں ٹھہرا تھا، دیکھتے ہی پہچان گئے اور سر ہلا کر گویا اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا، کچھ دور جا کر ایک ستون کے پاس ویل چیئر روک دی گئی، بندہ دائیں طرف بالکل قریب ہو کر بیٹھ گیا اور شیخ احمد عوامہ نے انڈونیشیا کے ذہل الفواد نامی ایک ساتھی کو بھی ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا، حضرت حفظہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ پڑھا اور سند کے ساتھ مسلسل بالاوّلیہ روایت کی قراءت فرمائی اور اجازت حدیث دیتے ہوئے چھ اہم ترین نصیحتیں فرمائیں جو مختصراً پیشِ خدمت ہیں:

1-العمل بالعلم:

علم پر عمل کرنا، کیوں کہ علم کی غایت اور حقیقی مقصد عمل ہے۔

2-التعلق بالعلم ونشرہ:

علم کے ساتھ ہمیشہ جڑے رہنا اور ہر وقت علم کی روشنی پھیلانے کی کوشش میں رہنا

3-حفاظۃ العلم:

علم کی نسبت کی لاج رکھنا، اور اس کی قدر کرنا کبھی بھی امراء اور جہلاء کے سامنے اور دنیاوی مقاصد کے حصول میں علم ضائع مت کرنا

4-التثبت:

سلف صالحین کے اقوال اور علمی باتیں اصل مصادر سے نقل کرنے کا اہتمام کرنا

5-الاحتیاط والاحتراز:

جدید ڈیجیٹل آلات موبائل وغیرہ کے کثرتِ استعمال اور فضول استعمال سے بچنا

6-الدعاء:

میرے لیے اور میرے مشایخ واساتذہ کرام، آباء اجداد اور اولاد واَحفاد کے لیے دعا کرتے رہنا۔

حضرت شیخ حفظہ اللہ تعالیٰ کا قوت حافظہ اور ایک علمی نکتہ:

اللہ تعالیٰ حضرۃ الشیخ حفظہ اللہ تعالیٰ کا قوتِ حافظہ سلامت رکھیں، آپ کی عمر ہجری سال کے مطابق نوے سال کے لگ بھگ اور عیسوی سال کے مطابق تقریباً چھیاسی سال بنتی ہے، اس عمر میں حضرت حفظہ اللہ تعالیٰ کا حافظہ اس قدر مضبوط ہے کہ بہترین حافظے والے نوجوانوں کے بھی دانتوں پسینہ آجائے، حضرت شیخ حفظہ اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا کہ آپ نے اپنے مقالہ میں وجوہ الترجیح کے منکرین میں قاضی اَبو بکر کا تذکرہ کیا ہے، ان سے کون مراد ہیں؟ بندہ کو تو اس وقت یاد بھی نہیں تھا کہ کس جگہ اور کہاں قاضی ابو بکر لکھا گیا ہے، فرمایا کہ فی صفحة سبع و ثلاثین (یعنی صفحہ نمبر سینتیس پر) فلاں عبارت آپ نے لکھی ہے اور عربی عبارت پڑھ کر سنائی۔ بندہ تو ششدر رہ گیا، کچھ افاقہ ہوا تو عرض کیا حضرت فی الوقت ذہن میں مستحضر نہیں، دیکھ کر بندہ کل تک ضرور عرض کر دے گا اور دوسرا سوال کیا کہ آپ نے وجوہ الترجیح میں علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو کیوں نہیں لیا؟ بندہ نے عرض کیا کہ لیا ہے۔ فرمایا: ابھی تک میں نے نہیں دیکھا، مطلب وہ کافی حد تک مطالعہ کر چکے تھے۔

بندہ نے واپس اپنے کمرے جا کر رات دیر تک پہلے سوال کی تحقیق کی، اللہ تعالیٰ کا شکر کہ ڈیڑھ دو گھنٹے کی محنت کے بعد معلوم ہو گیا کہ ان سے مراد قاضی اَبو بکر الباقلانی ہیں۔

حضرت شیخ حفظہ اللہ تعالیٰ سے آخری ملاقات:

اگلا دن جمعرات کا تھا اور جمعہ کی شب تھی، جو کہ ہماری مدینہ منورہ میں آخری رات تھی، اس رات بھی حضرت حفظہ اللہ تعالیٰ کی تاک میں رہا، روضہ اقدس پر حاضری سے واپسی پر حضرت سے ملاقات نصیب ہوئی اور یہ ملاقات پچھلی تمام ملاقاتوں سے منفرد تھی، کیوں کہ اجازتِ حدیث کی برکت سے ایک روحانی تعلق بن چکا تھا، اس لیے اس رات بندہ کو دیکھتے ہی آپ کا چہرہ کھل اُٹھا اور بے ساختہ مسکرانے لگے، جیسے بہت خوش ہوئے ہوں، بندہ نے سلام کے بعد عرض کیا گزشتہ رات آپ نے دو سوال کیے تھے، فرمایا جی ہاں مجھے یاد ہے، تو ان کے جواب کیا ہیں؟ عرض کیا کہ قاضی ابو بکر سے مراد الباقلانی ہیں، خوش ہو کر فرمایا بالکل ٹھیک (جیسے گویا وہ امتحان لے رہے تھے) اور

فرمایا یاد رکھو! اصولیین کے کلام میں جب مطلق قاضی اَبو بکر بولے جاتے ہیں تو ان سے مراد قاضی ابو بکر الباقلانی ہی ہوتے ہیں اور فرمایا کہ انہوں نے کہاں وجوہ الترجیح کا انکار کیا ہے؟ اور کس نے ان کی طرف یہ بات منسوب کی ہے؟ بندہ کو اس سوال کی پہلے سے توقع تھی اسی لیے پہلے سے ہی الدکتور مصطفی الزحیلي صاحب کی کتاب الوجیز في أصول الفقہ سے اس کے متعلق عبارت اپنے موبائل میں محفوظ کر چکا تھا، بندہ نے وہ عبارت موبائل سے پڑھ کر سنائی تو فرمایا بہت اچھا، اب اس بات کو بھی اپنے مقالہ میں شامل کر لو۔ اور دوسرے سوال کا جواب عرض کیا کہ اصل میں علامہ آمدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو وجوہ الترجیح بیان فرمائی ہیں وہ تعداد اور اسلوب میں علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ بہتر ہیں اور وہ ہیں بھی ان سے مقدم، اسی لیے انہیں اپنے مقالہ میں باقاعدہ لیا گیا ہے جبکہ علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی طرف صرف اشارہ پر اکتفا کیا ہے، اس جواب پر بھی کافی خوش ہوئے۔

بعد ازاں بندہ نے اپنے شیخ ومربی امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ تعالیٰ کا سلام پیش کیا اور ان کے لیے دعاؤں کی درخواست کی، حضرت نے انہیں دعاؤں سے نوازا پھر اپنے لیے دعاء کی درخواست کی تو حضرت بندہ کو دعاء دیتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ حضرۃ الشیخ محمد عوامۃ حفظہ اللہ تعالیٰ کو سلامت رکھیں، صحت وعافیت اور عمر میں برکت نصیب فرمائیں۔

ذرا سی بات تھی اندیشۂ عجم نے اسے
بڑھا دیا ہے فقط زیب داستان کے لیے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادعیہ نبویہ (صلوٰۃ اللہ علیٰ صاحبہا)

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُورُ

ترجمہ اے میرے پروردگار! میری بخشش فرمادیجیے اور میری توبہ قبول فرمالیجیے، بے شک آپ سب سے زیادہ توبہ قبول کرنے والے اور بخشش فرمانے والے ہیں۔

ترمذی، رقم: 3434

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکثرت یہ دعاء مانگا کرتے تھے: اے میرے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی خیر و برکت عطاء فرمائیے اور آخرت میں بھی خیر و برکت سے نوازئیے اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچائیے۔

بخاری، رقم: 6389

جَعَلَ اللهُ عَلَيْكُمْ صَلَاةَ قَوْمٍ أَبْرَارٍ، يَقُومُونَ اللَّيْلَ وَ يَصُومُونَ النَّهَارَ لَيْسُوا بِأَثَمَةٍ وَلَا فُجَّارٍ

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر کسی کے لئے خوب دعاء کرتے تو فرماتے: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے نیک لوگوں سے دعاء کرائی ہے جو راتوں کو کھڑے ہوتے ہیں اور دن میں روزہ رکھتے ہیں، نہ گنہگار ہیں اور نہ ہی فاجر۔

عبد بن حمید فی المنتخب، رقم: 1360

وادی سمہان میں بدری صحابی حضرت ابوسبرۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے آثار......

چٹانوں پر قدیم عربی رسم الخط میں قرآنی آیات دعائیں اور درود شریف تحریر ہیں